

دین اور اہل دین کو مٹانے سازش

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری
بانی: جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن

یہ زمانہ ڈپلومیسی اور چال بازی کا ہے، جس مخالف اور بزم خود دشمن طبقہ اور اس کے مراکز کے خلاف جنگ کرنی ہوتی ہے، میدانِ حرب و ضرب اور جبر و استبداد میں گرم جنگ لڑنے سے برسوں پہلے میدانِ صحافت میں سرد جنگ لڑی جاتی ہے، یعنی پہلے اس کے خلاف اخبارات و رسائل میں مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں تاکہ زمین یعنی رائے عامہ کو اس کے خلاف ہموار کر لیا جائے، اس کے بعد حکومت کی ”کنٹرولنگ مشینری“ حرکت میں آتی ہے اور ابتداء میں صرف حکومت سے ”ریگ نیشن“، یعنی الحاق کی دعوت دی جاتی ہے، ساتھ ساتھ ”ایڈ“، یعنی مالی امداد کا لقمہ چرب و شیریں اربابِ مراکز و مدارس کے منتظمین کے سامنے ڈالا جاتا ہے، اگر یہ حربہ کامیاب نہیں ہوتا تو پھر قانون کے ذریعے ریگ نیشن یعنی الحاق پر مجبور کیا جاتا ہے، اس کے بعد نصاب اور درسی کتابوں میں کٹر و بیونٹ کی جاتی ہے، قدیم علوم کی ٹھوس قابلیت پیدا کرنے والی کتابیں نکال کر ان کی جگہ عصری علوم و فنون کی کتابیں لائی جاتی ہیں، اس طرح دینی علوم کی جان تو نکال ہی لی جاتی ہے، اسی کے ساتھ ان ملحقہ مدارس کی سندوں کو وزارتِ تعلیمات سے منظور کرا دیا جاتا ہے اور سرکاری و نیم سرکاری تعلیمی و غیر تعلیمی اداروں میں ملازمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ یہ طلباء کے لیے لقمہ چرب و شیریں ڈالا جاتا ہے، اور پورے ملک سے ماہرینِ علوم و دینیہ کو کھینچ لینے اور آزاد دینی مدارس کو دیران کر دینے کی غرض سے ان نیم سرکاری یا سرکاری درس گاہوں میں کام کرنے والے ماہرین و محققین علوم دینیہ کے لیے گراں قدر مشاہروں اور الاؤنسز کے اعلان کیے جاتے ہیں، ان کی سالانہ ترقی اور تنخواہ کے منہ میں پانی بھرنے والے لگژری مقرر کیے جاتے ہیں، یہ آزمودہ کار علماء و محققین کے زبان و قلم کو حکومت کے خلاف بولنے اور لکھنے سے باز رکھنے کے لیے طلائی زنجیریں تیار کی جاتی ہیں۔

ان تدبیروں کے بعد بھی جو دین کو دنیا پر ترجیح دینے والے علماء حق اور آزاد مدارس دینیہ عربیہ کے اساتذہ و مبلغین اور

واعظین و خطباء اس دام ہم رنگ زمین میں گرفتار ہو کر اپنی کلمہ حق کہنے کی آزادی قربان نہیں کرنا چاہتے، ان کے خلاف حکومت کا قانون حرکت میں آتا ہے، اول ان کی بقدر کفاف روزی پر حملہ کیا جاتا ہے اور ڈپٹی کمشنر کی منظوری کے بغیر پبلک سے چندہ وصول کرنا قانوناً ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے، پھر ان کے گوشہ عافیت پر یورش ہوتی ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعے یادگار صفحہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یعنی مدارس عربیہ اور مکاتب دینیہ کی عمارتوں پر قبضہ کر کے انہیں خانماں برباد کر دیا جاتا ہے، خدا کے گھروں یعنی مسجدوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور محکمہ اوقاف کے ذریعے غیر سند یافتہ مؤذنین، ائمہ اور خطباء کے لیے مسجدوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اوقاف کی قائم کردہ منظمہ کمیٹی کے سیکریٹری سے اعلان کر دیا جاتا ہے کہ سیکریٹری کی اجازت کے بغیر کوئی بھی عالم دین مسجد میں وعظ نہیں کہہ سکتا، پبلک جلسوں میں علماء حق کو جلسوں سے روکنے کے لیے ”دفعہ ۱۴۴“ لگا دی جاتی ہے۔ ان علماء و مبلغین و واعظین کو، جن سے حکومت کے خلاف بولنے کا خطرہ ہوتا ہے، کسی خاص علاقہ میں، ان کی بستی میں، یا گھروں میں قانون ”تحفظ امن عامہ“ کے تحت نظر بند کر دیا جاتا ہے، یا زبان بندی کر دی جاتی ہے، اور جن علمائے حق کے ملک میں موجود ہونے کو ہی حکومت اپنے مفاد کے لیے مضحکہ خیز ہے، اُن کو جلاوطن کر دیا جاتا ہے۔ تا آن کہ علمائے حق کے پاس قانون شکنی کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں رہتا اور وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں، تب گرم جنگ شروع ہوتی ہے اور اور جیلوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اگر جیلوں کی وحشیانہ اور رنگ انسانیت ایذا رسانیاں بھی اُن کو حق بات کہنے سے نہیں روک سکتیں تو حکومتیں اُن کو سولی پر چڑھا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتیں، اور علماء حق امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کی سنت کو بے دریغ زندہ کرتے ہیں اور قید و بند کی تمام تر سختیوں بلکہ موت فی سبیل اللہ کو بھی لیک کر لیتے ہیں۔

یہ ہوتے ہیں علمائے حق پیدا کرنے والی علوم دینیہ کی درس گاہوں اور علمائے حق کے بابرکت وجود کو کسی روئے زمین سے مٹانے کے وہ سالہ اور پنج سالہ منصوبے اور ان کے مختلف مرحلے، سادہ لوح عوام اُن سے قطعاً ناواقف ہیں، مگر علمائے حق اُن سے خوب اچھی طرح واقف ہیں، اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں ہر مزاحمت کا مقابلہ کرنے اور ہر ظلم و جور کو سہنے اور ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں، مگر کسی مرحلہ پر بھی علوم دینیہ کی حفاظت کا فرض انجام دینے اور حکومت کے اثر سے آزاد دینی خدمت انجام دینے کی سعادت سے کسی قیمت پر بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سو ما توفیقنا الا باللہ، ہو مولانا، نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

☆.....☆.....☆